تاثرات

مولانا سیّد محمد جعفر شاہ پھلواروی

مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی مرحوم کے بارے میں "المعارف" کے مئی کے شمارے میں کچھ باتیں بیان کی گئی تھیں لیکن وہ تشنۂ تکمیل رہیں، اب چند مزید گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

شاہ صاحب مرحوم برصغیر پاک وہند کے ایک ممتاز علمی خاندان کے ممتاز صاحبِ علم رکن تھے۔ ان کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی مرحوم اپنی بے شمار خصوصیات کی بنا پر جماعت علما میں خاص مقام ومرتبہ کے حامل تھے۔ ان کے قلم اور زبان دونوں میں روانی ، دلآویزی او حلاوت وشیرینی پائی جاتی تھی۔ ہر بات علم کی ترازو میں تول کر کہتے۔ کسی معاملے میں دوسرے اہل علم سے اختلافِ رائے کا اظہار بھی کرتے اور اس کے نقطۂ نظر کو ہدفِ تنقید بھی ٹھہراتے تو بچے تلے اندا میں اور مضبوط دلائل کے ساتھ۔!

ایک مرتبہ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب نے حضرت شاہ سلیمان پھلواروی کے مکتوبات کا ایک مجمو مجھے دکھایا، جو بہت عرصہ پہلے کا چھپا ہوا تھا۔ یہ مکتوبات انھوں نے مختلف حضرات کو بعض سوالات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے، ان میں متعدد مقامات پر عربی اور فارسی عبارتیں بھی تھیں، جن ترجمہ نہیں کیا گیا تھا، مولانا محمد جعفر شاہ صاحب ان مکتوبات کو حواشی کے ساتھ اور غیر ترجمہ شدہ عبا کا ترجمہ کرکے شائع کرنا چاہتے تھے۔ کچھ عبارتوں کے ترجمے کے لیے انھوں نے مجھے بھی حکم دیا نے دیکھا کہ اگرچہ بعض مقامات سے مجھے اتفاق نہ تھا لیکن وہ مکتوبات اتنے علمی تھے اور ان اس درجے اخلاص تھا کہ انھیں پڑھ کر کسی مسئلے میں اتفاق یا اختلاف کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا۔ اہلِ علم کا ہمیشہ یہی وتیرہ رہا ہے کہ وہ اختلاف بھی کرتے تھے تو اس کا اظہار احسن اور عمد طریقے سے کرتے تھے اور اسلوب و انداز محققانہ ہوتا تھا۔

حضرت شاہ سلیمان پھلواروی مرحوم کے لطائف اور چٹکلے اب بھی بہت سے لوگوں کے ذہن محفوظ ہیں۔ کراچی کے ایک صاحب نے بتایا کہ کسی شخص نے شاہ سلیمان مرحوم سے کہا کہ فلاں آدمی

یدین کیا اور لوگوں نے اسے مار اپیٹا -- فرمایا "ہم نے رفع الیدین تو سنا ہے لیکن رفع الیدین نہیں سنا"

ان کے فرزندِ گرامی مولانا محمد جعفر شاہ صاحب بھی خوب لطیفے بیان فرماتے تھے، جس کا لمعارف" میں ہو چکا ہے ـــــ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب میں ایک خوبی یہ تھی کہ نہایت تھے - فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پر توکل کرنے والے کو اللہ کبھی مایوس نہیں کرتا - اس پر ونی کام شروع کردو، پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا - یہ بات وہ بالخصوص کہا کرتے تھے کہ اگر رمکان کا سلسلہ شروع کر دیں اگرچہ جیب میں کوئی پیسہ نہ ہو، بغیر کسی مالی رکاوٹ کام بخیر و خوبی مکمل ہو جائیں گے - ایک مرتبہ خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ قیامِ پاکستان ے بعد (غالباً قیامِ اوکاڑہ کے زمانے میں) میری بیٹی کی شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی، کوئی پیسہ ، جیب بالکل خالی، میں بے فکر ہو کر دوستوں کے ساتھ معمول کے مطابق مصروفِ گفتگو رہتا، لئے، یہاں تک کہ صرف ایک دن باقی رہ گیا - بیوی نے کہا، اب کیا ہو گا؟ کہا، اللہ پر ، سب کچھ ہو جائے گا" نہ کسی سے قرض لیا، نہ کسی سے کہا، نہ کسی دکان دار سے کوئی رلی، نہ کوئی وہاں رشتے دار، نہ کسی جماعت سے انسلاک کہ اس کے ارکان مدد کو آئیں۔ دوستوں روں کے دل میں اللہ نے ایسا جذبہ پیدا کیا کہ سب کام تکمیل کو پہنچ گیا اور لڑکی عزت و آبرو اپنے گھر چلی گئی -

طور کے راقم کا بحمد اللہ علما سے بہت رابطہ رہا ہے اور ان کی خدمت میں رہنے کے مواقع ے ہیں، لیکن میں نے اوقاتِ نماز کے پابند جن علما کو پایا، ان میں مولانا محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی ت ہیں - نماز کا کبھی اعلان نہیں کیا، کبھی ڈھنڈورہ نہیں پیٹا، کسی مجلس میں بیٹھے ہوں، نماز کا ا، اُٹھے، جا کر نماز پڑھی اور واپس آ گئے - یہ صفت کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے - نماز تو سب زات پڑھتے ہی ہیں، لیکن پابندیٔ وقت کا التزام عام طور پر نہیں کیا جاتا -

اہ صاحب مرحوم نے متعدد کتابیں تصنیف کیں - انیس کتابیں انھوں نے ادارۂ ثقافت کے لیے لکھیں، جن کی تفصیل یہ ہے :

- گلستانِ حدیث : یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس منتخب احادیث کی تشریح ہے -

اس میں کمال یہ ہے کہ ہر حدیث کے مضمون کی تائید دوسری حدیث اور قرآن مجید کی آیات سے
بہترین اسلوب میں بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۲۱۰ صفحات کی ہے۔

۲۔ انتخاب حدیث: یہ کتاب درحقیقت ان احادیث کا دل آویز مجموعہ ہے جو زندگی کی اعلیٰ اقدار سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے نئے دور کی تشکیل میں مدد مل سکتی ہے۔ ہر حدیث کی الگ سرخی قائم کی گئی ہے اور ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ کتاب ۴۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ مقام سنت: اس میں وحی، اقسام وحی، اتباع حدیث، اتباع رسول وغیرہ امور بیان کیے گئے ہیں۔ صفحات ۱۵۰ ہیں۔

۴۔ معارف حدیث: یہ امام ابو عبداللہ الحاکم نیساپوری (متوفی ۴۰۵ھ) کی مشہور کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" کا اردو ترجمہ ہے۔ فن حدیث کی یہ ایک گراں قدر کتاب ہے۔ حدیث کی اقسام، راویان احادیث کے مراتب، ان کے حالات اور اس قسم کی تمام معلومات اس میں درج ہیں۔ فن حدیث کو سمجھنے کے لیے یہ بنیادی کتاب ہے۔ تقریباً ۴۰۰ صفحات پر محتوی ہے۔

۵۔ پیغمبر انسانیت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق یہ قابل قدر کتاب ہے۔ صفحات تقریباً ۳۰۰۔

۶۔ اجتہادی مسائل: اس میں بتایا گیا ہے کہ دین اور اس کی روح میں کبھی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی، لیکن ہر دور میں جو نئے نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں ان میں دین کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ کتاب تقریباً ۳۸۰ صفحات کی ہے۔

۷۔ مجمع البحرین: اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو شیعہ اور اہل سنت کے درمیان متفق علیہ حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کتاب کو وحدت امت کے ایک قدم سے تعبیر کرنا چاہیے۔ صفحات ۲۵۰۔

۸۔ ازدواجی زندگی کے لیے اہم قانونی تجاویز: اس میں نکاح، طلاق، خلع، تعدد ازدواج، مہر، جہیز، ترکہ جیسے اہم اور ضروری مسائل کے بارے میں قانونی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ صفحات تقریباً ۱۱۵

۹۔ مسئلہ تعدد ازدواج: اس میں مسئلہ تعدد ازدواج کے تمام پہلوؤں کو کتاب و سنت کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۰۔ اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی: اس کتاب میں دینی اور عقلی نقطۂ نظر سے اس اہم مسئلہ

گفتگو کی گئی ہے۔ صفحات ۱۳۰

۱۱۔ مقالات: یہ شاہ صاحب کے بعض فکر انگیز مقالات کا مجموعہ ہے۔ ان مقالات سے پتا چلتا ہے کہ غور و فکر کا دروازہ بند نہیں ہوا، اور نہ ہوگا، فکری ارتقا جاری ہے اور جاری رہے گا۔ جس طرح اساسِ دین کے خلاف کوئی فکر جائز نہیں، اسی طرح دین پر جمود کا قفل لگا دینا بھی درست نہیں۔ اصول میں احکام منصوص ہے، لیکن فروع میں غور و فکر کی گنجائش موجود ہے۔ یہ مقالات ۵۰۰ صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ رؤیتِ ہلال: یہ ایک رسالہ ہے جس میں قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں مسئلۂ رؤیتِ ہلال پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے صفحات ۳۵ ہیں۔

۱۳۔ کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت: اس میں اس موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ کیا تجارتی منافع "ربو" ہے، جس کی قرآن و حدیث میں مخالفت کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۶۰ صفحات کو محیط ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ شاہ صاحب کمرشل انٹرسٹ کے جواز کے قائل تھے اور اس کو ربوٰ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کتاب میں انھوں نے اسی کی وضاحت کی ہے۔ لیکن اس کتاب کی اشاعت کے کچھ عرصے بعد انھوں نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ پہلے میں اس کو جائز سمجھتا تھا، اب میرا نقطۂ نظر بدل گیا ہے، سود بہرحال سود ہے اور حرام ہے، اگرچہ اس کی کوئی شکل ہو۔

۱۴۔ چند ازدواجی مسائل: اس کتاب میں بعض اہم ازدواجی مسائل کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ مثلاً کم سنی کی شادی اور فسخِ نکاح کا اختیار، یک بارگی تین طلاق دینے کے متعلق شرعی حکم، خلع، نشے کی حالت میں طلاق، رسمِ جہیز اور مسائلِ حضانت۔ یہ ۱۰۸ صفحات کی کتاب ہے۔

۱۵۔ اسلام اور فطرت: اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کیوں کر فطرت کے مطابق ہے۔ صفحات ۱۳۲ ہیں۔

۱۶۔ اسلام — دینِ آسان: اس کتاب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام کے احکام دشوار اور ناممکن العمل نہیں ہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دین آسان ہے۔ کتاب ۳۷۰ صفحات کی ہے۔ پہلے اس کا نام "الدین یسر" تھا۔

۱۷۔ زیرِ دستوں کی آفاقی: یہ کتاب مصر کے مشہور اور نامور ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی معروف تصنیف "المعذبون فی الارض" کا ترجمہ ہے۔ اندازِ تحریر شگفتہ اور دلنشیں ہے۔ اس میں طٰہٰ حسین کے سوانحِ حیات بھی درج

کیے گئے ہیں - صفحات ۲۶۰

۱۸- الفخری : یہ ساتویں صدی ہجری کے شہرہ آفاق مؤرخ ابن طقطقی کی تاریخ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی پہلی اشاعت جو پوری کتاب کو محیط تھی، ۴۲۶ صفحات پر مشتمل تھی۔ اب اس کو مختصر کر دیا گیا ہے۔

۱۹- اسلام اور موسیقی : جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام میں موسیقی کی کیا حیثیت ہے اور مسلمان علما و صوفیا اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں - یہ کتاب ۳۵۰ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

شاہ صاحب مرحوم کی عادت تھی کہ اپنے علم و مطالعہ اور تحقیق و تفحص کی روشنی میں جو رائے قائم کر لیتے، اس کا برملا اظہار کرتے - یہی وجہ ہے کہ بعض حلقوں میں، جن کو اپنی طبیعت کے خلاف کوئی بات سننے کی تربیت نہیں دی گئی، شاہ صاحب کی کچھ تحریریں نقد و اعتراض کا ہدف قرار پائیں - لیکن شاہ صاحب نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی، وہ اپنی بات کہہ کر آگے نکل جانے کے عادی تھے، شکست خوردہ اور سہمے ہوئے آدمی کی طرح بار بار گردن موڑ کر پیچھے کو دیکھنا ان کی فطرت کے خلاف تھا - ان کی اس ادائے بے نیازی سے بعض "محققین" کو ان پر مزید طعن و تشنیع کا موقع ملا - "اسلام اور موسیقی" ان کی وہ تصنیف ہے، جس کی وجہ سے ان کو خاص طور سے موردِ طعن ٹھہرایا گیا۔

بعض حضرات اس کا نام سنتے ہی بگڑ جاتے اور غیظ و غضب کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں - مخالفوں اور نکتہ چینوں میں سے چند ایک کے سوا کسی نے اس کتاب کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی اور اسے غلط قرار دے دیا -

یہ کتاب جب پہلی مرتبہ چھپی تو خود میں نے بھی نہیں پڑھی تھی اور اس کے بارے میں شاہ صاحب مرحوم سے ہنسی مذاق ہوتا رہتا تھا، لیکن وہ نہایت تحمل اور خوشی سے ہر بات سنتے اور انتہائی نرمی اور عمدہ انداز سے جواب دیتے - غصے اور طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جانا ان کے مزاج کے خلاف تھا، اس کو وہ شکست خوردگی کی علامت قرار دیتے تھے - صاف اور سیدھی بات کرتے اور دلائل سے کرتے - البتہ ان کو یہ افسوس ضرور تھا کہ لوگ ان کی کتاب پڑھے بغیر اعتراض کرتے ہیں -

اس کتاب کی جب دوسری مرتبہ طباعت کا مسئلہ سامنے آیا تو شاہ صاحب نے اس میں خاصے اضافے کیے - ان کے کہنے سے میں نے طبع ثانی کے مسودے کا ایک ایک نقطہ دیکھا، حوالے چیک کیے اور اس کا

بجھنے کی کوشش کی۔ جو کچھ انھوں نے لکھا ہے، اس میں اختلاف تو ہو سکتا ہے، خود ہمیں اس کے متعدد پہلوؤں سے اختلاف ہے، لیکن اس میں خلافِ دیانت کوئی بات نہیں ہے، اس کا جواب تو کوئی لکھ نہیں سکا، بس طنز و تشنیع کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، اور اس قسم کی حرکتوں سے کوئی علمی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

شاہ صاحب مرحوم میں یہ خوبی تھی کہ وہ حوالے میں کتربیونت نہیں کرتے تھے اور عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے صرف اپنے مطلب کی بات نہیں تلاش کرتے تھے۔ بعض لوگ حوالہ دیتے وقت "لیکن" سے پہلے یا بعد کی بات لے لیتے ہیں، باقی چھوڑ دیتے ہیں، "لیکن" تو ظاہر ہے، ایک جھاڑو ہوتا ہے جو پہلی ساری بات کا صفایا کر دیتا ہے۔ اسی طرح "مگر" بقول مولانا محمد حنیف ندوی کے "مگر مچھ" ہے، جو پہلی تمام بات کو نگل لیتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب میں یہ بات نہ تھی، وہ حوالے کے سلسلے میں نہایت دیانت دار مصنف تھے۔ ان کے افکار و تصورات سے تو اختلاف ہو سکتا ہے اور اختلاف کس اہل علم سے نہیں ہوتا، لیکن ان کی دیانت داری پر قطعاً شبہ نہیں کیا جا سکتا، وہ اپنے قاری کو دھوکے میں نہیں رکھتے تھے۔

شاہ صاحب عام طور سے اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کا کام کرتے اور اس میں خوشی محسوس فرماتے۔ لیکن کبھی کبھی انھیں یہ بھی "احساس" ہو جاتا کہ اپنے وقت کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک مشہور جماعت کے ہفت روزہ اخبار کے ایڈیٹر صاحب تشریف لائے۔ اپنا تعارف کرایا اور کہا ہم اپنے اخبار کا خاص نمبر شائع کر رہے ہیں، آپ سے مضمون کی درخواست ہے۔ شاہ صاحب کے استفسار پر انھوں نے مضمون کا موضوع بھی بتایا۔ شاہ صاحب نے پوچھا: "اخبار میں کتنے آدمی کام کرتے ہیں؟" انھوں نے تعداد بتائی۔ پھر فرمایا "سب لوگ تنخواہ لیتے ہیں؟" کہا "جی ہاں"۔ فرمایا "عملے کو اچھی خاصی تنخواہیں ملتی ہوں گی"۔ جواب دیا۔ "اخبار کافی چھپتا ہے اور کارکنوں کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں"۔ پوچھا "آپ بھی تنخواہ لیتے ہیں؟" کہا "جی ہاں میں بھی تنخواہ لیتا ہوں"۔ "اشتہاروں کے پیسے بھی لیتے ہوں گے؟" کہا "ہاں"۔ "اخبار بھی قیمتاً بیچتے ہیں، مفت تو تقسیم نہیں کرتے؟" جواب دیا "قیمتاً بیچتے ہیں" فرمایا "مضمون نگاروں کو پیسے دیتے ہو؟" کہا "نہیں"۔ فرمایا "کیوں نہیں دیتے۔ آپ سب لوگ پیسے لیتے ہیں اور جن لوگوں کے مضامین کی وجہ سے اخبار بکتا ہے، ان کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتے، یہ کیوں؟ مضمون نگار محنت کرتا ہے، دماغ سوزی کرتا ہے، اس کو کیوں پیسے نہ دیے جائیں۔ اگر آپ لوگ مفت کام

کرتے ہیں تو ہم بھی مفت میں مضمون دیں گے، اگر آپ خود پیسے لیتے ہیں تو ہمیں بھی پیسے دیجیے۔"
یہ سن کر وہ صاحب کل آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے، اور پھر نہیں آئے۔

شاہ صاحب ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے، جن کے دو معنے نکل سکتے ہوں، اس سلسلے میں وہ نہایت محتاط تھے۔

شاہ صاحب عالمِ جوانی میں ملکی سیاسیات میں بھی حصہ لیتے رہے، لیکن ان کی سیاسی سرگرمیوں کا محور تحریکِ خلافت تک محدود رہا۔ یہ چوں کہ مسلمانانِ ہند کے لیے ایک جذباتی مسئلہ تھا اور اس کا تعلق براہِ راست اسلام کے ایک اہم جزو سے تھا، اس لیے مسلمانوں نے بالخصوص اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ شاہ صاحب نے بھی خدمتِ اسلام کی رو سے اس تحریک سے وابستگی اختیار کی تھی۔

وہ بہت اچھے مقرر اور واعظ تھے، جس مجلس میں جاتے، اپنے اسلوبِ خاص سے اس طرح لطائف و ظرائف بیان کرتے کہ سب کا مرکزِ توجہ قرار پا جاتے۔

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے کراچی منتقل ہونے کے بعد پاکستان سُنّی کونسل کے صدر منتخب ہوگئے تھے، ان کا ایک خاص حلقہ تھا جو قدیم و جدید تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل تھا، وہ لوگ ان کے بہت قدر دان تھے، وہاں درسِ قرآنِ مجید کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ پاکستان سُنّی کونسل کے زیرِ اہتمام تبلیغی جلسے بھی منعقد ہوتے تھے، جن میں مختلف حضراتِ مقررین کو مدعو کیا جاتا تھا۔

حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تفضیلِ اہلِ بیت کے قائل تھے۔ ان کے مقابلے میں بڑے بڑوں پر ہاتھ صاف کر جاتے تھے، لیکن ان کے بیٹے حضرت مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی کا معاملہ ان سے مختلف تھا، وہ اس طرح کی تفضیلت کے قائل نہیں تھے۔ اہلِ بیت میں سے جو حضرات ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ ناموں سے موسوم تھے، وہ سب انھیں یاد تھے۔

شاہ صاحب کا ادبی اور شعری ذوق بہت اونچا تھا، وہ اردو کے اچھے شاعر تھے، فارسی میں بھی خوب کہتے تھے۔

دعا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں اس کے بندے شاہ محمد جعفر پھلواروی ندوی کے درجات بلند ہوں، اور وہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔